لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

عربی زبان ہمیں اسلئے محبوب و مطلوب ہے کہ:-

"صرف عربی سیکھنا ہمارا مقصد نہیں یہ ہمارے لئے کوئی امتیاز، فخر اور سعادت کی بات نہیں کیونکہ عربی زبان مشرق وسطی کے عیسائی اور یہودی ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں عربی زبان کو ایک ترقی پذیر زندہ زبان کی حیثیت سے اسلئے حاصل کرنا ضروری ہے کہ ہمارے تمام دینی لٹریچر اور اسلامیات کا اصل ماخذ عربی زبان میں ہے، قرآن مجید، حدیث نبوی، فقہ اسلامی اور ہمارے تمام اسلاف کے علمی سرمائے سے استفادہ اور عصر حاضر میں اسے پُر زور، مدلل اور موثر طریقہ سے پیش کرنے کی غرض سے ہمیں یہ زبان سیکھنی ہے ۔۔۔ عربی زبان ہمیں اس لئے محبوب و مطلوب ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو عالم انسانیت کی ابدی رہنمائی کے لئے آیا ہے، رسول اللہ صلعم کی وہ تعلیمات ہیں جن کی پیروی میں انسانوں کی فلاح اور نجات ہے۔ عربی کو ہم عصری اسلوب میں سمجھنے، بولنے اور لکھنے پر اس لئے بھی زور دیتے ہیں کہ مشرق وسطی کے وہ عرب جن کے آباؤ اجداد کے ذریعہ اسلام جیسی نعمت ہمیں میسر ہوئی آج قوم پرستی، وطن دوستی، نسلی عصبیت، مغرب زدگی اور الحاد و بے دینی کی راہ پر سرپٹ دوڑ رہے ہیں، ہمیں اس زبان میں کمال حاصل کر کے ان عربوں کو ان کا وہ بھولا ہوا سبق یاد دلانا ہے جنھیں ان کے آباء و اجداد نے ہمیں سکھایا ہے۔ ہماری یہ کوشش اگر کسی درجہ میں بھی ان کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں قرآن کیطرف پھیرنے اور خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے متحد کرنے میں معاون ثابت ہوئی تو ہم سمجھینگے کہ ہم نے اس مبارک زبان کو سیکھنے کا کچھ حق ادا کر دیا۔"

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

(مفصل مضمون صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تعلیم القرآن

(مولانا محمد اویس ندوی)

رسول پر ایمان:

ورسولہ (نساء ۲۰) (اور ایمان لاؤ) اس کے رسول پر

خدا اپنے بندوں کو بہت پیار کرتا ہے، اسی پیار کی وجہ سے وہ دنیا میں (ایسے آدمی) بھیجتا رہا جو بندوں کو اس کے حکم سے وہ باتیں بتلائیں جن سے خدا خوش ہوتا ہے اور ان باتوں سے روکیں جو اس کو پسند نہیں ہیں، ان آدمیوں کو رسول اور نبی کہتے ہیں! اور ان کے ذریعہ سے بندوں کو خدا کے حکم ملتے ہیں! دین اور شریعت کہتے ہیں، یہ رسول خدا کے سچے اور اچھا ہونے والے بندے ہوتے ہیں، اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں، دنیا میں اللہ کے بہت سے رسول آئے ہیں، ان سب کا ماننا، اور ان سب کو اپنا رسول ماننا مسلمان کے لئے ضروری ہے، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ بڑے بڑے رسولوں کے نام ہیں۔

ہمارے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب رسولوں کے بعد آئے، یہ آخری نبی ہیں، ان کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے گا۔

ہم مسلمان سب رسولوں کی عزت کرتے ہیں اور جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے بڑا پیغمبر اور آخری نبی مانتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان:

ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ (نساء ۲۰) اور جو انکار کرے گا خدا کا اور اس کے فرشتوں کا۔

وہ روحیں جو اللہ کا پیغام لانے والی ہیں ان کو فرشتہ کہتے ہیں، ان فرشتوں کا ماننا اور ان کو اللہ کے پیام پہنچانے میں سچا ماننا ضروری ہے۔

فرشتے خدا کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں، ہمیشہ اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، اس سے ڈرتے اور کانپتے رہتے ہیں، زمین والوں کے لئے عام طور سے اور نیک لوگوں کے لئے خاص طور سے معافی کی دعا کرتے رہتے ہیں! بدکاروں پر لعنت کرتے ہیں! یہی فرشتے لوگوں پر خدا کی برکت اور عذاب لے کر آتے ہیں، موت کے وقت روح بھی یہی نکالتے ہیں!

یہ سمجھے رہنا چاہیے کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے میں خود ان فرشتوں کو کوئی دخل نہیں! یہ اللہ کے حکم کے بندے ہیں، جو وہ فرماتا ہے وہ کرتے ہیں!

خدا کی کتابوں پر ایمان:

والکتٰب الذی نزل علی رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبل (نساء ۲۰) اور ایمان لاؤ اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری۔

اللہ نے اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے رسولوں کو کتابیں دی ہیں، ان کتابوں میں اللہ کے حکم اور بھلائی کی باتیں لکھی ہیں، ہم مسلمان خدا کی ان سب کتابوں پر یقین رکھتے ہیں۔

ان کتابوں کے جو نام بتائے گئے ہیں، وہ یہ ہیں:-

توریت : یہ حضرت موسیٰ کو دی گئی۔

زبور : یہ حضرت داؤد کو دی گئی۔

انجیل : یہ حضرت عیسیٰ کو دی گئی۔

جو کتاب جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دی گئی اس کا نام قرآن پاک ہے! یہ خدا کی آخری کتاب ہے، خدا کے سوا کسی میں یہ طاقت نہیں کہ قرآن جیسی کتاب تیار کر سکے، اس برکت والی کتاب کی تعریف میں خدا کا ارشاد ہے:-

ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المؤمنین — قرآن ان چیزوں کی طرف راستہ دکھاتا ہے جو کہ بہت سچائی کی راہ دکھاتی ہے، جو لوگ اس پر یقین کرتے ہیں ان کو وہ دکھاتا ہے اور خوشخبری دیتا ہے۔

محسن انسانیت نے فرمایا

- مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے (یعنی اس کی ضرر رسانیوں سے) مسلمان محفوظ رہیں۔
- مومن وہ ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کا اندیشہ نہ ہو۔
- آپس میں تمہاری جانیں اور مال ایک دوسرے کے لئے محترم ہیں۔
- مسلمان، آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
- آپس میں بغض و کینہ نہ رکھو، اپنے بھائی کو طعنہ نہ دو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، اور سب مل کر خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔
- اللہ کے نزدیک اس سے بہتر کوئی عبادت (حسن عمل) نہیں کہ اپنے بھائی کی دلجوئی کی جائے۔
- اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔ مظلوم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے بچایا جائے اور ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔
- ایک مومن دوسرے مومن کا گویا آئینہ ہے۔ اگر کسی میں کوئی نقص ہو تو دوسرا اسے (خوش اسلوبی سے) آگاہ کر دے۔
- جس نے اپنے بھائی کا عیب چھپایا، خدا اس کا عیب چھپائے گا۔
- آپس میں ہدیہ دیا کرو کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔
- ایمان کے بعد افضل ترین نیکی اللہ کی مخلوق کو آرام پہنچانا ہے۔
- شرک کے بعد بدترین معصیت، خلق خدا کی ایذا رسانی ہے۔
- سب سے اچھا وہ انسان ہے جس سے انسانوں کو فائدہ پہنچے۔
- جس نے ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کی، ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کی وہ ہم سے نہیں۔
- جس نے اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کی، قیامت کے دن خدا اس کی حاجتیں پوری کرے گا۔
- غریبوں کی خدمت کرنے والا (اجر و ثواب میں) صائم النہار اور قائم اللیل کے برابر ہے۔
- تم زمین والوں پر مہربانی کرو۔ آسمان والا تم پر مہربان ہوگا ۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ✦ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر
(حالی)

- جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔
- میری امت میں اچھے وہ ہیں کہ جنہیں غصہ آتا ہے تو وہ اپنی طبیعت پر قابو رکھتے ہیں۔
- جو باوجود حق پر ہونے کے، لڑائی جھگڑے سے بچنے کے خیال سے اپنے حق سے دست بردار ہوگیا ہے، اس کے جنتی ہونے کا ضامن ہوں۔
- مسلمان کو حق کی حالت میں غصہ جلد آجاتا ہے اور وہ راضی بھی جلد ہو جاتا ہے۔
- جو نیک راہ نکالے اور لوگ اس پر چلیں تو جتنوں نے اس کی پیروی کی ان سب کا بھی ثواب ہوگا۔ اسی طرح جو بری راہ نکالے گا تو خود اپنا گناہ تو ہوگا ہی، جتنوں نے اس کی پیروی کی ان کا بھی گناہ اس پر لادا جائے گا۔
- جو دکھانے اور سنانے کے لئے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ بروز حشر ان کے عیب سنا دیں گے، ان کے عیب دکھلا دیں گے۔
- بروز حشر وہ سب سے زیادہ بدترین ہوگا جو آج سب سے زیادہ خدا سے ناواقف ہے۔
- بچو، آدمی اگر جنم سے اتنا دور رہے گا جتنا کہ حق سے قریب ہوگا تو اس پر جنت کے دروازے کھل جائیں۔

تعمیر حیات

۱۰ اپریل ۱۹۸۲ء ——— ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ
جلد نمبر ۱۹ ——— شمارہ نمبر ۱۱

ادارہ تعمیر حیات ندوۃ العلماء، لکھنؤ

زر اشتراک ندوۃ العلماء بیشمول محصول ڈاک
سالانہ [illegible] روپے ششماہی سات روپے۔ فی پرچہ ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک

بحری ڈاک سے	ایک پاؤنڈ ۸ شلنگ
ہوائی ڈاک سے، امریکہ، کناڈا و یورپین ممالک	۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک	۲½ پونڈ
پاکستان	۳۰ روپے
بنگلہ دیش	۱۵ روپے

اس دائرے کا سرخ نشان ضروری اطلاع ہے
کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے تعمیر حیات
آپ اور آپ کے حلقۂ تعلق کی اہم ضرورت ہے — لہٰذا اولین
فرصت میں آئندہ سال کے لئے زر اشتراک بذریعہ منی آرڈر ارسال
فرمائیں یا پرچہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔
چندہ وقت میں زر اشتراک یا ممانعت کی اطلاع نہ آنے کی صورت میں
پرچہ وی پی سے روانہ کیا جائیگا۔ جس کی وصولیابی آپ کا اخلاقی
فرض ہوگا۔ وی پی کے ذائد مصارف خریدار کے ذمہ ہوں گے۔
براہ کرم خط و کتابت اور منی آرڈر کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور
نمبر خریداری ضرور تحریر فرما دیجئے۔

اس شمارے میں

تعلیم القرآن — [illegible] — ادارہ — ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم میں قرآن، حدیث اور فقہ کا مقام — [illegible] — مولانا عبد الستار … ندوی — ایک تاریخی انکشاف — شاہ فیصل کا سانحۂ ارتحال
[illegible]
آئندہ سے … وغیرہ

پرنٹر پبلشر … [illegible] … نے
… پریس … سے طبع کرا کر
دفتر "تعمیر حیات" ندوہ بدست گرام [illegible]
لکھنؤ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

کتابت: [illegible]

ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم میں

قرآن، حدیث اور فقہ کا مقام

ندوۃ العلماء کے بانی اراکین اور اس کے ابتدائی اکابر تعلیم کے موضوع پر تحریروں کا سرسری جائزہ لینے کے بعد ان سب میں مشترک طور پر یہ فکر نظر آئے گی کہ عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں دینی علوم کو مرکزیت اور اولین مقام حاصل ہونا چاہئے۔ ندوۃ العلماء آج سے سو سال قبل نصاب تعلیم میں اصلاح کی جو آواز بلند کی تھی اس کا اولین محرک یہی خیال تھا کہ علوم دینیہ کا جو مقام عربی مدارس کے نظام تعلیم میں ہونا چاہئے وہ بدقسمتی سے حاصل نہیں۔ مدارس کے نصاب تعلیم میں ان "علوم آلیہ" کے بجائے معقولات کی ان کتابوں کی بھرمار ہے جن سے دینی علوم میں بصیرت، استعداد میں پختگی اور اسلام کی دعوت کو سمجھنے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ نصاب تعلیم کی اس خامی کا احساس ندوہ کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نصاب تعلیم میں غیر ضروری فنون اور ان کی کتابوں کے معقولات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فلسفہ محض بیکار امر ہے اس سے کوئی نفع معتد بہ حاصل نہیں معاف اس کے کہ دو چار سال ضائع ہوں اور آدمی فارغ بھی دینیات سے ہو جاتے ہیں اور کورم فرمایات سے ہو جاتے ہیں کلمات کفریہ زبان سے نکال کر ظلمات فلاسفہ میں قلب کو کدورت ہو جاتی ہے اور کوئی فائدہ نہیں۔"

(سوانح قاسمی صفحہ ۲۹۰ جلد دوم)

ندوۃ العلماء کے بانیوں نے عربی مدارس کے نصاب تعلیم کی اس خامی کو محسوس کر کے اس کے خلاف آواز بلند کی اور اپنے قائم کردہ دار العلوم میں خصوصیت کے ساتھ دینی علوم پر زور دیا — بانی ندوۃ العلماء مولانا محمد علی مونگیری دینیات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"دینیات کا بہت خیال رکھئے، نصاب میں جو کتابیں ہیں ان [illegible] سے تعلیم کیا جائے…… قرآن مجید کی طرف زیادہ توجہ ہو، اس کا ضرور خیال رکھئے کہ ابتدائی درجہ کا طالب علم بھی قرآن مجید کا ترجمہ جاننے والا ہو۔"

دوسری جگہ مولانا کے ارشادات کے یہ الفاظ ہیں:

"مختلف موضوعات پر طلبہ غور و فکر کریں اور کامیاب ہونے والوں کو انعامات دیئے جائیں، لیکن قرآن مجید، حدیث اور فقہ کو ترجیح دی جائے اور اس کے لئے خاص اہتمام کیا جائے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"طلبہ کو بصیرت، معانی حسنی، اور علم و عمل ضروری ہے۔ نصاب تعلیم میں علوم دینیہ کے بجائے قدیم فلسفہ اور منطق کی غیر ضروری کتابوں کی کثرت اور [illegible] تعلیم کے بے جا نفع [illegible] تجویز فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"…… [illegible] طلبہ میں لکھ گئے اب [illegible] کوئی نہیں پوچھتا [illegible] [illegible] کرنے والے باقی رہے اب ان [illegible]

اور جواب سیکھنے کی ضرورت نہ ہو، اب یا عالم نیا، دور نیا مزاج ہے۔ جدید فلسفہ کی بنا پر جو دور حاضر کے مخالفین اسلام نے نئے قسم کے اعتراضات کئے ہیں جو پہلے نہ تھے، ان کا کوئی طور سے جواب دینا قدیم فلسفہ کے جاننے سے نہیں ہو سکتا، اگرچہ کوئی کیسا ہی دعوی کرے۔"

ندوۃ العلماء کے قائم کردہ دار العلوم کی موجودہ عمارت کی تعمیر کے موقع پر ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کے "الندوہ" میں مولانا شبلی نعمانیؒ نے اس دار العلوم کے جو زیر تعمیر ہے، اغراض کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

"ایک ایسے مدرسے اعظم کا قیام جس میں تمام علوم دینیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول کی تعلیم اس کمال درجہ تک دی جاتی ہو کہ تحقیق کا مرتبہ حاصل ہو سکے۔

جس میں اسلامی علوم کی تمام قدیم اور نادر و کمیاب کتابیں فراہم کی گئی ہوں۔

جس میں طالب علم کو تصنیف و تالیف کی تعلیم دی جاتی ہو — جس میں ایسے لوگ تیار کئے جاتے ہوں جو مخالفین مذہب کے اعتراضات کا جواب آجکل کے مذاق کے موافق دے سکیں۔

جس میں موجودہ حکومت کی زبان (انگریزی) بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہو۔

جس کی عمارت وسیع، پر فضا اور عظیم الشان ہو۔"

مولانا شبلی نعمانیؒ نے دار العلوم ندوۃ العلماء کا جو خاکہ قوم کے سامنے پیش کیا ہے اس میں سر فہرست علوم دینیہ یعنی تفسیر، حدیث اور فقہ کی درجہ کمال تک تعلیم کے انتظام کا ذکر ہے۔

مولانا شبلیؒ اپنے ایک اور مقالہ میں قدیم نصاب تعلیم (درس نظامی) میں قرآن مجید کی طرف سے بے توجہی پر افسوس کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"قدیم نصاب میں قرآن مجید کی تعلیم کا حصہ نہایت کم ہے قرآن مجید کا ترجمہ تک درس میں نہیں، تفسیروں میں صرف دو تفسیریں درس میں شامل ہیں، ایک جلالین جس کے الفاظ اور قرآن مجید کے الفاظ برابر ہیں اور دوسری بیضاوی جس کے صرف ڈھائی پارے پڑھائے جاتے ہیں جو کتاب کا بہت تھوڑا حصہ ہے۔"

کیا تھی…… [illegible] حضرت مولانا عبد الحی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء، مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور ندوہ کے دیگر فضلاء اور منتسبین کی تحریروں سے اقتباسات دیئے جا سکتے ہیں لیکن یہاں دیکھنا یہ ہے کہ ندوہ کے اصول و مقاصد کے نصاب تعلیم نے اس مقصد کو پورا کیا یا نہیں۔

دار العلوم کے قیام کو تقریباً اسی سال ہو چکے۔ نصاب تعلیم کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ندوہ

کے نصاب میں دینی علوم کو اہم ترین و اولین مقام دیا گیا اور جنہیں "علوم نافعہ" مقصود بالذات رہے ہیں۔ ندوہ کے جدید نصاب کا جائزہ لیجئے تو اس میں ابتدا سے قرآن مجید کا ترجمہ و مختصر و متوسط تفسیر کا آغاز درجہ پنجم عربی ہی سے ہو جاتا ہے۔ درجہ پنجم سے درجہ ہشتم عربی تک مکمل قرآن مجید کی منتخب سورتیں داخل نصاب ہیں۔ ان سورتوں کے انتخاب میں طلباء کی عمر و استعداد اور دونوں کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے اس طرح چار سال میں طالب علم مکمل قرآن مجید کا ترجمہ مع تفسیر ختم کر لیتا ہے اور اس میں اتنی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ فضیلت کے سال میں تفسیر جلالین کا بذات خود مطالعہ کر کے امتحان دیتا ہے ـــــ درجہ ہشتم میں تفسیر بیضاوی اور درجہ نہم میں زمخشری کی کشاف داخل نصاب ہے۔ پھر طرز تعلیم کی خصوصیت یہ ہے کہ طلباء استاد کی نگرانی و رہنمائی سے بطور خود ان تفسیروں کے علاوہ بعض دیگر تفسیریں اور معاون کتابیں دیکھتے ہیں اور ان سے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

حدیث کی تعلیم کا آغاز بھی درجہ پنجم عربی سے امام نووی کی مشہور کتاب "ریاض الصالحین" سے ہو جاتا ہے، عبادات، معاملات، دعوت و تذکیر اور اسلامی اخلاق و معاشرت کے مفید مضامین پر مشتمل مستند احادیث کے اس منتخب مجموعہ کو پڑھ کر ایک طرف تو علم حدیث کا تعارف اور اس سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دوسری جانب تعمیر سیرت میں یہ مجموعۂ احادیث زندگی بھر کا زاد و رہنما ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد درجہ ہشتم عربی سے آخر تک مشکوٰۃ شریف، الترمذی، ابو داؤد، مسلم شریف، بخاری شریف، موطا امام مالک، غرض صحاح ستہ مکمل داخل نصاب ہے اور احادیث کو عصر حاضر میں بہتر طریقے سے سمجھنے اور سمجھانے کی غرض سے اس موضوع پر بعض جدید کتابیں مطالعہ میں ہیں جن کا امتحان بھی ہوتا ہے ـــ ایک خاص بات یہ کہ تمام کتب احادیث ایک یا دو سال میں پڑھانے کے بجائے (جس میں ابتدائی چند اسباق کے علاوہ عام طور پر سرسری عبارت خوانی ہوتی ہے) انھیں تدریجاً پانچ سال میں پورا کیا جاتا ہے، پھر حدیث کا طریقہ درس ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم حدیث حاصل کرتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہے کہ اعلیٰ نمونہ کا یہ دستور اور [illegible] انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر گوشہ میں رہنمائی کر سکتا ہے ـــ حدیث کا وہ طریقہ [illegible] میں مقبول ہے کہ جس میں آمین بالجہر، رفع یدین، قرأت خلف الامام اور اسی قسم کے دیگر فقہی اختلافات پر ضرورت سے زیادہ مبسوط تقریر ہوتی ہے [illegible] کے ابطال پر تو مفصل بحث و تقریر ہوتی ہے جن کا آج وجود بھی نہیں [illegible] اور جن احادیث سے [illegible] رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے [illegible] اس کا احساس و شعور بھی [illegible] اور پڑھنے والے دونوں میں پیدا نہ ہو۔

ندوہ میں فقہ کی تعلیم درجہ سوم عربی سے شروع ہو جاتی ہے۔ اس سال فقہ ابتدائی پڑھائی جاتی ہے، درجہ چہارم میں قدوری [illegible] داخل نصاب ہے [illegible] کتاب شرح وقایہ کا [illegible] مولانا اعزاز علی صاحب اس کتاب کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے، موصوف نے اس پر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ اس کے بعد فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ اولین و آخرین مکمل داخل نصاب ہے۔ علم فقہ کی تاریخ اور فقہ کے چاروں مکاتب فکر کو جدید نقطۂ نظر اور عصری اسلوب میں سمجھنے کے لئے بعض نئی عربی تصانیف مثلاً "الاختلاف فی المذاہب الاربعة"، "بدایة المجتهد" اور "تاریخ التشریع الاسلامی" وغیرہ مطالعہ میں داخل ہیں نیز اصول تفسیر، اصول حدیث اور [illegible] فقہ کی مستند و معروف کتابیں داخل نصاب ہیں۔

قرآن مجید، حدیث، فقہ اور تمام علوم میں تعلیم و تدریس کا جو طریقہ ندوہ میں ہے اس سے طلباء میں از خود مطالعہ کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے، داخل نصاب کتابوں کے علاوہ اسی موضوع کی دیگر اہم اور مفید کتابوں سے تحقیق اور مآخذ سے براہ راست استفادہ کا رواج دوران تعلیم ہی میں شروع ہو جاتا ہے۔ ذوق مطالعہ، وسیع النظری اور علم کی روح اور شریعت کے مقصد تک رسائی میں یہ طریقۂ درس انتہائی مفید و معاون ثابت ہوتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں "اسلام" ہر دور میں انسانیت کی رہنمائی کر سکتا ہے، یہ یقین پڑھنے والوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ ندوی طلباء اپنے دور طالب علمی ہی میں ان متعدد تفاسیر، شروح احادیث اور مختلف علوم و فنون کی کتابوں سے واقف ہو جاتے ہیں جن کا علم بعض مدارس کے فضلاء کو عمر بھر نہیں ہوتا اور بیچارے ان کے نام تک سے ناواقف رہتے ہیں۔

اسرار شریعت، عقائد اور علم کلام میں اہم اور مستند کتابیں داخل ہیں مثلاً حجۃ اللہ البالغہ، العقیدة الحسنة، شرح فقہ اکبر وغیرہ ان کے علاوہ مطالعہ میں بھی کئی کتابیں ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

سیرت نبوی سے صحیح اور مستند واقفیت کے لئے سیرۃ ابن ہشام داخل درس ہے جو اپنے سادہ ادبی اسلوب، خالص عربی طرز تحریر اور سیرت کے مؤثر واقعات میں منفرد ہے اس کے علاوہ مکمل تاریخ اسلام بھی داخل درس ہے، تاریخ کا شعور اور علم و مطالعہ خصوصاً حدیث کے لئے ناگزیر ہے، ایک عالم دین کی اسلامی تاریخ سے ناواقفیت کس قدر حیرت اور افسوس کی بات ہے۔ انگریزی، ہندی، جغرافیہ، تاریخ، جغرافیہ، سائنس، معاشیات، سیاسیات، منطق و فلسفہ کے متعدد کتابوں کے ساتھ مضامین کا اس قدر جامع اور طویل نصاب کسی بھی درسگاہ میں نہیں۔

علوم دینیہ قرآن، حدیث، فقہ میں ندوی فضلاء کے تبحر علمی کی شاہد وہ سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مضامین ہیں جو ان کے قلم سے نکلے، نیز بیرون ہند کے وہ سینکڑوں فضلاء ہیں جنھیں ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

اردو عربی زبان و ادب میں ندوی فضلاء کی شہرت اور مقبولیت کا یہ مطلب نہیں کہ علوم قرآن، حدیث اور فقہ میں ان کی بصیرت خام اور واقفیت معدوم ہے۔ عربی زبان و ادب کے علم کا جو طرز ندوہ میں ہے اس میں بھی اس کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ مطالعہ میں وسعت پیدا ہو اور اس میں استعداد پیدا ہو جائے کہ عربی کے علاوہ کتابیں بھی بخوبی سمجھ سکیں [illegible] مطالعہ کے لئے ایک ذریعہ ہوتا ہے مقصود بالذات نہیں، جب تک عربی زبان میں مہارت اور عربی زبان کے مختلف ادوار، اسالیب بیان اور طرز تحریر سے واقفیت نہیں ہوگی، اس وقت تک کتب خانہ سے کما حقہ استفادہ ممکن نہیں۔ [illegible] ذوق مطالعہ کا نام [illegible] ندوہ کے نصاب تعلیم اور طریقۂ درس پر ہے۔

مولانا شبلی نعمانی نے ایک مضمون میں لکھا ہے:

"قدیم نصاب میں ادب اور تحریر کا حصہ نہایت کم ہے، حالانکہ ادب کے بغیر تفسیر، حدیث، اصول فقہ کسی چیز میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔"

(مقالات شبلی)

دینی علوم ہی میں بصیرت اور مہارت کی غرض سے عربی زبان کی ایک زندہ زبان کی حیثیت سے تعلیم کو [illegible] یہ سمجھا جانے لگا کہ مقصود صرف عربی زبان میں مہارت ہے حالانکہ نہ بانیان ندوۃ العلماء کا یہ مقصد تھا اور نہ ہی اس کے موجودہ کارپردازوں کا یہ مقصد و رجحان ہے۔ ندوۃ العلماء کے موجودہ ناظم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (جو عربی کے صف اول کے مصنف، ادیب اور انشاء پرداز ہیں) نے بارہا [illegible] یہ اعلان فرمایا کہ:

"صرف عربی سیکھنا ہمارا مقصد نہیں یہ ہمارے لئے کوئی امتیاز، فخر اور سعادت کی بات نہیں کیونکہ عربی زبان مشرق وسطیٰ کے عیسائی اور یہودی ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں عربی زبان کو ایک ترقی پذیر زندہ زبان کی حیثیت سے [illegible] حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے تمام دینی لٹریچر اور اصطلاحات کا اصل ماخذ عربی زبان میں ہے۔ قرآن مجید، حدیث نبوی، فقہ اسلامی اور ہمارے تمام اسلاف کے علمی سرمائے سے استفادہ اور عصر حاضر میں اسے پُر زور، مؤثر اور موزوں طریقے سے پیش کرنے کی غرض سے ہمیں یہ سیکھنا ہے ـــــ عربی زبان ہمیں اس لئے محبوب و مطلوب ہے کہ اس میں خدائے تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو عالم انسانیت کی ابدی رہنمائی کے لئے آیا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی وہ تعلیمات ہیں جن کی پیروی میں انسانوں کی فلاح اور نجات ہے۔ عربی کو ہم عصری اسلوب میں سیکھنے، بولنے اور لکھنے پر اس لئے بھی زور دیتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ کے وہ عرب جن کے آباء و اجداد کے ذریعہ اسلام جیسی نعمت ملی، آج قوم پرستی، وطن پرستی، نسلی عصبیت، مغربی زندگی اور الحاد و بے دینی کی راہ پر سرپٹ دوڑ رہے ہیں، اس زبان میں کمال حاصل کر کے ہم ان کو ان کا وہ بھولا ہوا سبق یاد دلا سکتے ہیں جسے ان کے آباء و اجداد نے ہمیں سکھایا ہے۔ ہماری یہ کوشش اگر کسی درجہ میں بھی ان کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں قرآن کی طرف پھیر لائے اور تمام تعلیمات کے اصل سرچشمہ سے ان کے مسائل کا حل تلاش کرنے میں معاون ثابت ہوئی تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اس مبارک زبان کو سیکھنے کا کچھ حق ادا کر دیا۔"

ندوۃ العلماء کے بانیان اور کارکنوں کے [illegible] مقاصد اور دینی ضروریات کے علاوہ [illegible] نصاب تعلیم سے مفصل واقفیت کے بعد بھی [illegible] کی طرف سے ندوہ کے متعلق اس رائے کا اظہار ہوتا ہے کہ:

"ندوہ میں صرف کچھ اردو عربی وغیرہ لکھنا پڑھنا آ جاتا ہے۔ دینی علوم اور دینیات سے کوئی تعلق نہیں ہے"

تو یہ بات حقیقت سے بعید اور عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔

"انسانی محبت ان تک پہونچانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا فسادات میں کرفیو ضروری ہوتا ہے"

مکرمی!

السلام علیکم

امید ہے بخیر و عافیت ہوں گے۔ تحریک حلقۂ پیام انسانیت کی آمد و کارکردگی کی خط و کتابت سے ہوگی۔ میرا اب تک کا طریق کار کچھ متعین ہوا ہے۔ اس سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے میں ایک مرتبہ ارسال کر چکا ہوں۔ جواب میں آپ نے "تعمیر حیات" کا خاص نمبر دسمبر ۱۹۷۹ء اور ۱۰ جنوری ۱۹۸۰ء کا پرچہ تحفۃً ارسال فرمایا۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ آپ کا شکر گذار ہوں۔ حلقۂ پیام انسانیت سے متعلق کوئی خبر اور خبر کے لئے بے چینی سے چشم براہ منتظر ہوں۔

خدا شناسی، پاکیزگی، خلوص کردار اور اخلاق اقدار کی تجدید ہندوستان کی اولین اور اہم ضرورت ہے۔ ان اقدار کی یہاں کتنی ہی کمی سہی لیکن یہ بھی ایک تاریخی صداقت ہے کہ ایسی کوئی تحریک صرف احساس نہیں میں پنپ سکتی ہے اور پروان چڑھ سکتی ہے ۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اس دور پر فتن میں انسان کا انسان سے اور خدا سے رشتہ استوار کرنے جیسی ملک و دنیا کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ قسمت ہے محمد ہے حضرت علی میاں صاحب اور مفتی صاحب اور مخلص حضرات کی سرپرستی تحریک پیام انسانیت کو ملی ہے۔ اس لئے دعوت کا کام اور سلام ہو تحریک کی محبت، محنت اور تحمل سے کامیابی سے ہمکنار ہو جائے گا اور انشاء اللہ جانب اللہ برکتوں کا نزول ہوگا۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں اپنی اوقات میں سے کچھ وقت اور آپ کی خواہش کے بعد تحریک کے کچھ کام آسکوں۔ گجرات میں اس قسم کی انسان دوست تحریک کی شدید ضرورت ہے۔ جناب روحانیت حلقہ الخیر ہے۔ میری اخلاقیات کے لئے تاک ہے جیسا اہم ہے۔ جو قدر کو چاہنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ ابھی اس لئے نہیں لوگ کہ یہ حال بہ حال کا مذہبی کا گجرات ہے۔ مرحوم مولانا صاحب کی خدمت ہوئی ہے اور میل بھی ہو جائے گی یہ کام آسکے گا۔ تحریک سے متعلق ابتدائی معلومات حاصل ہو تو مزید کچھ عرض کر سکوں گا۔

ساتھ میں ایک خط ارسال کر رہا ہوں جو ۲ نومبر ۱۹۷۹ء کو National Integration Committee کے اجلاس میں پیش کرنے کے لئے لکھا تھا۔ اس سے آپ اندازہ فرما سکیں گے کہ انسان دوستی کی دھن کا میں دائم المریض ہو چکا ہوں۔

اگر خط کسی قابل ہو تو مضمون کی شکل میں "تعمیر حیات" میں شائع فرمائیں۔ حسب حال قطع و برید آپ کا حق ہے۔ والسلام

خاکسار

سعید مرزا احمد آباد

کے علاوہ کوئی بہت مجبور کرتی ہے
ایسی شمع میں جو شاید کوئی دل آشنا کی
(اقبال)

سوچتا ہوں اب حکومت، قوم کے مسلم اور ہندو افراد اور مفکرین کے لئے وقت ہے کہ کچھ کر چکا ہے کام تحقیق کر دیں کہ کوئی ہے۔ وہ بے اور ہے تلاش کر دیں کہ کچھ جانے والے کو وہ فکر کی جانب بچ کے عنوان سے مختصر ہو گا۔ جس سے دنیا کا امن ہے ہو کیا مٹی کیسے ہو کس طرح میں ہو بے نہیں ہوا۔ بچ کا جائزہ کر کے سے بہت کچھ ضرورت اور کچھ ہی ہوگا اپنے مقاصد کی ہم ترتیب اور کس ضرورت ہے کہ کیسی کس کی ترتیب کیسے وہ کام کی ہے کہ جو سوال میں کر لیں گے اور دل سے ہاتھ ملا کر رہا ہے۔

کچھ ایک ایسی فطرت کا موقع پر کہ جو ہے کہ اپنا تحفظ پر بھارت ان کو ہی بھی ہے خلوص ہماری سا تھا پیارا کی فطرت انسانیت دنیا کو ایسا گروہ۔ کیا ہم جو خلوص تحمل کوشش اور ہماری ہم کام انسانی کے ساتھ زندگی کرتا ہی ہے۔

قوموں کی تاریخ ایسی بھی ہے کہ وہ اخلاق کے ترانے ان سے اخلاق کے ہیں۔ ہم سب سے کچھ تو ہماری امید ہوتی ہے وہ ضمیر کو کہ ہمیں لینے کر لئے کہ ہم کرتے ہوئے اپنی زندگی

جانے والے ہم آگاہ کرتے ہیں۔ ہماری جانی پہچانی بات ہے کہ محبت اور پریم ہی انسانی کائنات کی آواز ہے۔ ہم کو ہم سمجھ سکتے ہیں ہمارا دین اور دھرم ہے۔ بقول اقبال ؎

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے

انسانی مذہب روز اول سے آج تک ایک ہی انسانی ۰۰۰ وہ دھرم کو بیان کرتا ہے۔ پیغام کی کشتی محبت اگر مسنت کریں ہم کو مختلف زمانوں، زبانوں اور علاقوں میں نبی اور پیغمبر بھیجے اور تمام ایک ہی طرح سے انسانی محبت کا دور انسانی دھرم کا سبق دیا ہے۔ دھرم کی زندگی ایک تھی اور تمام انسانی تعلیم میں ہم ایک دوسرے کو کیسا فرق کیا ہے۔ جو دھرم ہم کو جوڑنے کے لئے آیا تھا اسی دھرم کو توڑنے کا کام لیا ہماری مذہبی تعلیم کی ایک کو ایک کو کمزور کر دیا ہے۔ کچھ لوگ ایک نفرت اور تعصب کی دیواریں کھڑی کی ہیں۔ انسانیت کو پامال کر کے نفرتوں کو فروغ دیا۔ مصنف کو اپنی جانوں سے محبت کرو، روشنی شنو گو اور ہم نے اپنی ہی جگہ پر مذہب کو تیار کیا۔ بھی مذہب کا کیا ہے۔ ساتھ ہے۔ ہم لوگ جیسے جی کا ہے۔

انسانی تخلیق کا مقصد ایک ہی ہے۔ وہ ہے خدا کا ہے کہ محبت کرنے کا

بچے کا ایک ہی سادہ سا مگر رنگین روپ ہے۔ بچہ اپنی پیاری دلیل ہے۔ بشرطیکہ وہ ہماری مصلحت اور طفلانہ بار یکیوں اور خاطرات سے بچ سکا ہو۔ دھرم کا ایک ہی سادہ سا پیغام خدا کی معرفت اور داخلی اور باطنی کی ستاروں کی بابت ہر ایک کی پیاس پوری کرتی ہے۔ اور اس طرح کوہمی اور تعلیمات کا ایک ہی پیغام ہے۔ ہماری دعا کو پورا ہو۔ دھرم کے بارے اس دلیل سے بھی مجروح اور مظلوم خود دھرم ہے۔

بشرطیکہ مشکل بیان ہے اگلی دعا دعوت وہ خاکہ کتنا ہمارا کو روشنی ملی

قرآن مدلل طور پر توحید پر ایمان ایک ہی ہے۔ confirmation قرآن کی دلیل ہے کہ سب آپس میں ایک دوسرے کو جانتے ہیں ایک ہی مالک کی ہیں۔ اس کے بعد وہ ایک ہی امت اور دھرم تھا۔

دھرم جو نوع کیا وہ قرآن کی تعلیمات اور روشنی کے تحت قرآن کیا ہے۔ قرآن کے ماننے والے بہت سے ملکوں میں ہیں۔ قرآن کے اس میں کو سمجھ کر سمجھانا کہ پڑھ اور مذہبی ہے۔ جس کے لئے دنیا میں ہر طرح سے ہر ایک قرآن کی طرح مذہبی تعلیمات سمجھ کر ایک ہی مذہبی اور انسانی کا پیغام ہی ایک اچھی بات ہے۔

کیا ہے۔ قرآن خود کے لئے اعلان کرتا ہے کہ وہ پیغام بار کے سلسلے وار پیغام کی ایک ایک آخری کڑی ہے۔ قرآن نے زمان و مکان میں پھیلی ہوئی مذہب کی اس دھارا کو کئی مقامات پر کھلے الفاظ میں confirm کیا ہے۔ قرآن نے اپنے اس مخصوص Terms میں کسی جگہ تنگ پیام نے کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ لہٰذا قرآن ایک آیت پیش کرتا ہوں۔

"لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک فی الامر وادع الی ربک انک لعلی ھدی مستقیم"

مفہوم: ہر گروہ کے لئے عبادت کے لئے ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس کی بندگی کا ظاہری نشان مقرر کر دیا ہے لیکن اصلی قانون سب کے لئے ایک ہے۔ تم لوگوں کو چاہئے کہ اصل قانون کے متعلق تم سے کوئی جھگڑا نہ کریں۔ تم سب دنیا کو اپنے اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ۔ بیشک تم سیدھی راہ پر ہو۔

اس طرح کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کو بچانا ہے اور ایسا ہونا ضروری ہے کہ لوگ باہر نہ آئیں اور ہر جانب جو ہر جان سے جانے کی ضرورت کو ختم کیا جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کے علم کی تعلیم کی ضرورت ہے کہ کیا ہر کسی کو ساتھ کر دیں۔

دھرم کا دائرہ کا ایک ہی طریقہ ہے۔ لوگوں کو سچ کی تعلیم دینی۔

ایک بہت بڑی طاقت وہ وحشتیں، پریم اور
پیار کی ان کے ساتھ تھی وہ صرف تعلیم نہیں
تھے جو بچے کر دکھاتے تھے۔ لیکن وہ بھی وقتی
طور پر کامیاب ہوئے۔ جب تک لوگوں کے ہونٹوں
پر کسی دھرم کے [illegible] کی تصویر بنی
رہی، لوگ دھرم پر دل و جان سے قائم رہے
شخصیت کے نشان اوجھل ہوتے ہی لوگوں کے
دلوں سے دھرم کی لگن ختم ہو گئی۔ اور ایک
Association بنا کر بیٹھ رہے۔

ہر دور میں پاک طینت Reformer
پیدا ہوئے لیکن ان کی کارکردگی بھی کچھ نئے
Associations بنانے سے زیادہ کچھ نہ
کر سکی۔ آج ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں، اور
Association کی چھاپ سے محفوظ بھی
رہ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ذرائع و وسائل
ہیں، عظیم تعلیمی ذرائع ہمارا ہاتھ بٹا سکتے
ہیں۔ پھر حالات اتنے ابتر ہوتے جا رہے ہیں
کہ Construction کے ساتھ تخریب Destruction
بھی جاری ہے اور تخریب کی رفتار
اتنی تیز کہ کئی سال کی تعمیر چند گھنٹوں میں برباد
ہو جائے۔ دنیا بڑا دکھ اور رنج ہے سارے
لوگ مل کر کبیر اور نانک جیسی وہ سندری
[illegible] پیدا نہیں کر سکتے۔ دلوں کو بدلنا
محبت کے Personality [illegible] سے فائدہ اٹھانا

سچ جو ایک ہی ہے اس کی کھوج کرنا بھارت
کے لئے پہلے کبھی اتنا ضروری نہیں تھا جتنا آج
ہے۔ یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہم کردار اور دھرم
کے متعلق تقریریں کریں۔ ریڈیو یا فلموں پر مختلف
انداز سے سمجھاتے رہیں یا مجمع سے ہوئے مرکز
قائم کریں تو اتنی ہی دیر کے لئے جتنی دیر تقریر
چل رہی ہے۔ جذبات میں لہریں پیدا کر سکتی ہیں
تقریر ختم ہوتے لہریں بھی رخصت۔ لہروں کو
مستقل اور [illegible] رکھنے کے لئے ایک کشادہ
اور لمحہ بہ لمحہ چلتا ہوا صداقت کی لگن میں ملا
ہوا ساگر تیار کرنا ہو گا جہاں مذہب انسانیت
کی لہریں ہر دم رواں دواں رہیں اور دلوں
کے تاروں کو جھنجھناتی رہیں۔

قانون قدرت کی ایک [illegible]، انسانی
اخوت [illegible] کا [illegible] ہماری نسل
کے لئے بے حد ضروری ہے۔ نفرت کے زہر کو
ختم [illegible] سے انہوں نے قبول کیا ہے پھر کوئی
وجہ نہیں کہ [illegible] کو قبول نہ کریں اور اپنا
[illegible] کوئی ان کے [illegible] نہیں۔ انسانی

جن کا دھرم ان تک پہنچتا ہی نہیں۔ ضرورت
ہے جتنا خدمات ہیں کہ جو ضروری ہوتا ہے
یہ علم سائنس یا ٹکنالوجی سے زیادہ ضروری
ہے اور اس کی کامیابی کی بہترین صورت یہ ہے
کہ بھارت کی تمام Universities میں کوئی
مناسب طریقہ پر تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور
کر کے Compulsory Subject تک پڑھایا جائے
Subject [illegible] Division حاصل کرنے میں اس
کے نمبروں کا شمار کیا جائے۔ [illegible] Subject
کے آتے ہی اس کی اہمیت لوگوں پر واضح
ہو جائے گی۔ مجھے امید ہے اس تحریک کا بھارت
بھر میں بڑے جوش و خروش سے استقبال ہو گا
آپ نے اگر اس معاملے میں توجہ فرمائی اور اپنے
اثر و رسوخ کو کام میں لا کر اس تحریک میں
زندگی پیدا کی تو پوری قوم جی اٹھے گی۔ اور
پشتہا پشت تک قوم آپ کی مسیحائی کی یاد منا
رہے گی۔ اگر [illegible] M.A. Level تک
رکھا جائے تو بڑے قابل قدر اور حیرت انگیز
طور پر مفید نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ میری اطلاع
کے مطابق امریکہ کی کچھ Universities
میں مشرقی علوم پر Research Institute موجود
ہیں تو پھر مشرق کے چراغ تلے اندھیرا نہیں
ہونا چاہئے۔ اگر اس سے [illegible] Subject بڑھ جانے
کا اندیشہ ہو تو General Education

اس مد میں استعمال کیا جا سکتا ہے بہرحال
یہ علم Technical علوم سے بھی زیادہ
ضروری ہے اور زیادہ عرصہ تک اس بات کو
نظر انداز کرنا ہمارے لئے بے حد نقصان دہ
ہے۔ چیزوں کو بنانے کے مقابلے میں سنوارنے
اور جو ہے اسے بنائے رکھنے کی اہمیت کسی طرح
کم نہیں۔

ایک بات اور عرض کر دوں کہ یہ معاملہ
جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک بھی ہے —
غیر ذمہ داری، تنگ نظری اور جذباتیت
کی اس میں لمحہ بھر کے لئے بھی گنجائش نہیں۔
اس کام میں اپنی نیک، درد مند اور پاک طینت
افراد ہی کی علمداری چل سکتی ہے۔ امید ہے
ایسے پاک باطن افراد کا [illegible] بھی سماج
میں موجود مل رہی گے۔

نعت

از ——— (طفیل احمد مدنی)

ہر نفس ہے جادۂ اسلام تیرے شہر میں
ذرہ ذرہ مہبط اسلام تیرے شہر میں

اے کہ تیری ذات سے روشن ہے بزم کائنات
کیوں نہ ہوں پر نور صبح و شام تیرے شہر میں

یہ نگاہ اہل باطن سے کبھی مخفی نہ تھا
رحمتوں کا ہے نزول عام تیرے شہر میں

اس جگہ تفریق رنگ و نسل و ملت کچھ نہیں
مفلسوں کو ہے صلائے عام تیرے شہر میں

جس کو پی کر ہو گئے کتنے جنید و بایزید
آج بھی گردش میں ہے وہ جام تیرے شہر میں

بادۂ عرفان حق، امن و اماں، لطف و کرم
ملتے ہیں انعام پر انعام تیرے شہر میں

پھر نہ پیدا کر سکی دنیا کوئی اس کا جواب
ساتھ تیرے جو رہا اک شام تیرے شہر میں

ہے یقیناً یہ ترے کردار و عظمت کا ثبوت
آج تک ناپید ہیں اصنام تیرے شہر میں

اے کہ تیری ذات اقدس حاصل کون و مکاں
میں بھی ہوں منجملۂ خدام تیرے شہر میں

دیکھئے ہوتی ہے کب مقبول میری یہ دعا
پھر سے گزریں میری صبح و شام تیرے شہر میں

منتظر کب سے ہے پھر اذن حضوری کا طفیل
کاش کہہ دے کوئی یہ پیغام تیرے شہر میں

آرزوئے مصطفیٰ ﷺ

از ——— (حامد انصاری بارہ بنکوی)

کم نظر کرتے نہیں ہیں آرزوئے مصطفیٰ
وہ ہیں خوش قسمت جنہیں ہے جستجوئے مصطفیٰ

کوثر و تسنیم کو ہرگز نہ کرتے ہم تلاش
کاش مل جاتا ہمیں آب وضوئے مصطفیٰ

حور و غلمان بہشتی پر نظر جچتی نہیں
جب سے آنکھوں میں بسا ہے جو بروئے مصطفیٰ

شان محبوبی کی ہو گی اس سے زیادہ کیا دلیل
گفتگو اللہ کی ہے گفتگوئے مصطفیٰ

جس کی ضو سے آج بھی روشن ہو بزم کائنات
تا ابد روشن رہے گی شمع روئے مصطفیٰ

گلستاں کی زیب و زینت فیض پائے ناز ہے
ہر گل و غنچہ ہے مظہر رنگ و بوئے مصطفیٰ

چھوڑ کر دیوانے اے دل ذرا ہوشیار ہو
اب دھڑکنا بھی ادب سے ہے یہ کوئے مصطفیٰ

حد سے زائد کھا چکے ہیں در بدر کی ٹھوکریں
کاش پا لیں مسلماں ابھی یہ خوئے مصطفیٰ

موت تو برحق ہے حامد کاش آئے اس طرح
رخ ہو کعبے کی طرف اور دل ہو سوئے مصطفیٰ

استانیوں کی ضرورت ہے

بچیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینے کے لئے استانیوں کی ضرورت ہے۔ مناسب تنخواہ مع طعام و قیام کے ساتھ رہائش کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہو گا۔ تفصیلات کے ساتھ درخواست بھیجیں۔

(محی الدین تبریزی، طوریخانہ نوایت کالونی بھٹکل)

محمد نعیم صدیقی ندوی [illegible]

مولانا عبدالباری ندویؒ

علامہ شبلی کی بزم روشنی کا ایک پروانہ جو دور سے منڈلا رہا تھا مگر [illegible] کی وفات ہو جانے پر [illegible] ہوگئی۔ مولانا عبدالباری ندویؒ نے ۹۰ سال کی عمر میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ دارالعلوم ندوہ نے اپنے دور اول میں جتنے نامور ادیب [illegible] فرزند اور علمی و دینی شخصیات پیدا کئے ان میں مرحوم کو بہت نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ مبداء فیاض نے ان میں علم و فضل، زہد و تقویٰ اور عقل و دماغ کی بہت سی خوبیاں جمع کر دی تھیں۔

ضلع لکھنؤ ان کا آبائی وطن تھا [illegible] خاندان [illegible] ہو گئے تھے۔ ان کے والد کے بڑے بھائی حکیم [illegible] کے مشہور طبیب تھے۔ ان کے لڑکے مرحوم کے والد حکیم عبدالخالق صاحب گو ضلع بارہ بنکی میں طبیب ریاست مقرر ہو گئے۔ وہیں [illegible] میں مولانا پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا [illegible] گرامی سے حاصل کی۔ پھر [illegible] میں ندوہ میں داخل ہوئے۔ علامہ سید سلیمان ندوی اس سے ایک سال قبل ندوہ آ چکے تھے۔ جلد ہی دونوں کے درمیان دوستی ہو گئی [illegible] نسبت سے اس دوستی میں مزید پختگی پیدا ہو گئی۔ حضرت سید صاحب ان سے پہلے فارغ التحصیل ہو گئے اور [illegible] ندوہ میں [illegible] جدید عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ اتفاق سے ان کو [illegible] کے لئے [illegible] جاتے تھے اس لئے مرحوم کو [illegible] سے بھی [illegible] استفادہ اور تلمذ حاصل ہو گیا تھا۔ وہ سید صاحب کے تبحر علمی اور جامعیت و کمالات کے دل سے معترف اور قدردان تھے۔

مولانا شبلی کی قدرشناسی کا اندازہ [illegible] ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ [illegible] مرحوم کے نام [illegible] کی جانشینی [illegible] فلسفہ جدید کی تحصیل [illegible]

رہے۔ اور ایسی صلاحیت پیدا کر لی کہ ان کا شمار فلسفی سمجھے جانے لگے۔ دارالمصنفین قائم ہوا تو کچھ عرصہ یہاں رفیق کی حیثیت سے قیام کیا۔ پھر دکن کالج پونا میں عربی و فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ قائم ہوئی تو وہاں شعبۂ فلسفہ میں ان کا تقرر ہوا اور بہت عرصہ تک فلسفہ کا درس دیتے رہے۔ آخر میں کئی برس شعبۂ دینیات کی خدمت بھی خوش اسلوبی سے انجام دی۔

مرحوم کی شخصیت قدیم و جدید کا سنگم تھی۔ نئے اور پرانے تعلیم یافتہ دونوں ان کا احترام کرتے تھے۔ فلسفہ اور علم کلام میں ان کی قابلیت مسلم تھی۔ [illegible] اور دیدہ ور عالم تھے۔ مرحوم کا قابل ذکر وصف یہ ہے کہ انہوں نے عام روش کے برخلاف فلسفہ کو الحاد و تشکیک کی تبلیغ کا آلۂ کار بنانے کے بجائے اس سے اسلام کے دفاع اور مستشرقین کے رد کا کام لیا۔ بقول مولانا حبیب الرحمن خان شیروانیؒ:

"فلسفہ مولانا عبدالباری ندوی کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر ایمان لے آیا ہے۔"

وہ ایک فلسفی استاد کے ساتھ اردو کے ایک خاص پایہ کے اہل قلم بھی تھے۔ انہوں نے ادب و انشاء اور تصنیف و تحریر کا سلیقہ علامہ شبلی سے سیکھا تھا، پھر اپنی فطری ذہانت و طباعی سے اس میدان میں [illegible] ایک زمانہ میں [illegible] کے عنوان سے ان کے فلسفیانہ مقالات معارف میں شائع ہوتے تھے [illegible] تھے۔ استاذ الاساتذہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے سیرۃ النبیؐ کی تیسری جلد میں جو معجزات پر مشتمل ہے مرحوم سے "معجزات اور فلسفہ جدید" کے موضوع پر ایک باب لکھ کر شامل کیا جو نہ صرف جدید علم کلام کا بہترین نمونہ ہے بلکہ ان کی زبان اور طرز تحریر کے اعتبار سے بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ دارالمصنفین سے ان کو [illegible] تاسیس کے وقت سے [illegible] تعلق تھا۔ وہ تاحیات اس کی مجلس انتظامیہ کے رکن رہے۔

یہاں سے ان کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ بلاشبہ مرحوم نے اپنی کتابوں کے ذریعہ اردو زبان کو علمی وقار عطا کرنے کے ساتھ اس کو فلسفہ و کلام کا سرمایہ دار بنا دیا ہے۔ اردو کی خالص ادبی حیثیت سے خدمت کرنے والے تو اس وقت بہت ہیں لیکن اس کو علمی، دینی اور تحقیقی ذخیرہ سے مالا مال کرنے کا کام دارالمصنفین کے نامور رفقاء و مصنفین نے غالباً سب سے زیادہ کیا ہے اور ان میں مولانا عبدالباری ندوی مرحوم کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

فلسفہ کے ساتھ غیر معمولی شغف کے باوجود ان کے اندر شک و ارتیاب کی کیفیت کبھی نہیں پیدا ہوئی۔ البتہ معقولات کو اس طرح پیش کرتے تھے کہ عقلیت پسند بھی اس سے مطمئن ہو جائیں۔ بقول خود "نقل کی کوئی بات عقل کی کسوٹی پر پوری اترے بغیر مان لینا بڑی بے عقلی جانتا تھا"۔ لیکن پھر [illegible] ان میں بڑا زبردست باطنی انقلاب رونما ہو گیا تھا، چنانچہ مولانا حسین احمد مدنیؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور ان کے بعد مولانا اشرف علی تھانویؒ کے زیر تربیت مدارج سلوک طے کئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مرحوم کے والد بھی مولانا محمد نعیم فرنگی محلی سے بیعت اور مولانا تھانویؒ سے اصلاح و استفادہ کا تعلق رکھتے تھے۔ آخر میں مرحوم پر [illegible] اور اصلاح باطن کا رنگ اتنا گہرا ہو گیا تھا کہ [illegible] کے ایک گوشہ میں [illegible] عملی تفسیر [illegible] تھے۔ انہوں نے اپنے شیخ کے افکار، ملفوظات اور تحریروں و تقریروں کو سلسلہ تجدید دین کے نام سے کئی جلدوں میں نہایت سلیقہ [illegible] سے مرتب کر کے ایک زندہ جاوید اور قابل قدر [illegible] کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان کتابوں میں "جامع المجددین" بلاشبہ شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں مرحوم نے اپنے شیخ کی علمی و عملی اور اصلاحی و تجدیدی جامعیت کی تصویر پیش کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کی دینی و دنیوی ہر طرح کی فلاح و صلاح کا دارومدار پورا اسلام [illegible]

ہو سکتا ہے۔

مرحوم مولانا عبدالباری ندوی کی علمی و تحقیقی تصنیفات کی فہرست مع سنین اشاعت درج ذیل ہے۔

مبادی علم انسانی [illegible]، مذہب و عقلیات [illegible]، برکلے [illegible]، علم الاخلاق [illegible]، جدید نفسیات [illegible]، مقدمہ مابعد الطبیعات [illegible]، اخلاقیات [illegible]، [illegible] اور تفکرات [illegible]، فلسفہ تاریخ [illegible]، [illegible] انسانی [illegible]، [illegible]، تجدید تصوف و سلوک [illegible]، جامع المجددین [illegible]، تجدید تعلیم و تبلیغ [illegible]، تجدید معاشیات [illegible]، تعمیر نظام صلاح و فلاح [illegible]۔

آخری زمانے میں مرحوم نے "مذہب و سائنس" کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب لکھی تھی، جو مذہب اور مذہب کے سلسلہ میں سائنسی رویہ کی وضاحت کرتی ہے۔ بقول ڈاکٹر رضی الدین صدیقی:

"یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جو سائنس کی جدید ترین تحقیقات کا احاطہ کرتے ہوئے اس فلسفیانہ رویہ کی بھی نشاندہی کرتا ہے جس کو اب خود سائنس اور مغربی فلسفہ بھی قبول کرتا نظر آ رہا ہے۔"

مرحوم اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے بھی سلف صالحین کا کامل نمونہ تھے۔ اودھ کے قدیم شرفاء کی روایتی خصوصیات ان کے خمیر میں شامل تھیں۔ راقم سطور کو اپنی ندوہ کی طالب علمی کے زمانہ میں ان کی خدمت میں بارہا حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ان کی طبیعت میں حق پسندی بے حد تھی۔ جس بات کو صحیح سمجھتے اس کو بے جھجک کہتے، اور بلا خوف لومۃ لائم عمل کرتے۔ اس راہ میں کسی دوستی اور عزیز داری کی پروا نہ کرتے۔ میرے ساتھ ان کا برتاؤ ہمیشہ شفقت و محبت کا رہا۔ لیکن اس کے باوجود رفتار و گفتار اور وضع و لباس میں اگر کوئی کوتاہی محسوس کرتے تو سختی کے ساتھ تنبیہ بھی کرتے۔ گفتگو میں علم کا وقار اور دین کا اخلاص نمایاں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اعلیٰ علیین میں مقام بلند فرمائے۔

(نوٹ) بعض [illegible] مولانا سید محمد حسنی [illegible] کے انتقال پر [illegible] میں جمع کر کے [illegible] ندوہ لکھنؤ سے شائع ہوگا۔

ایڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

کتابت: جلال الدین [illegible] لکھنؤ

ایک تاریخی انکشاف

ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت پیدا کرنے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا زبردست کردار

شورش کاشمیری مرحوم

انگریز ہندوستان میں اپنی حکومت کا استحکام اسی میں پاتے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں تصادم و اختلاف بڑھتا جائے۔ اور دونوں قومیں اپنے ہی ملک میں ایک دوسرے کی حریف ہوں۔ مرزا صاحب نے یہی کیا۔ انہوں نے مذہب کی بنیاد پر ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔ آریہ سماج ہندو دھرم کی ایک پروگریسو تحریک تھی۔ اس کا مزاج اصلاحی تھا۔ لب لباب یہ تھا کہ ہندو خود ساختہ خرافات چھوڑ کر ویدوں کی طرف لوٹ جائیں۔ اس کے بانی سوامی دیانند سرسوتی گجرات کاٹھیاواڑ کے باشندے تھے انہیں سنسکرت اور مادری زبان کے سوا دوسری کوئی زبان نہ آتی تھی۔ وہ اردو، پنجابی، انگریزی سے نابلد تھے۔ ان کی تحریک کو اپنے گھر مہاراشٹر، گجرات اور کاٹھیاواڑ کے مقابلہ میں پنجاب کے ہندوؤں میں حد درجہ کامیابی ہوئی۔ جن لوگوں نے اس صوبہ میں قومی تحریک کا علم اٹھایا اور برطانوی استعمار کے خلاف نبرد آزما ہوئے مثلاً لالہ ... ہنسراج، ڈاکٹر گوپی چند بھارگو، ... بالمکند وغیرہ وہ سب آریہ سماجی تھے۔ ہندوؤں کے نامور روزنامے بھی آریہ سماج کے پیروؤں کی ملکیت تھے۔ الغرض پنجاب کا تعلیم یافتہ ہندو زیادہ تر آریہ سماج کا رکن تھا۔ مرزا صاحب نے سوامی دیانند کو اپنی ذاتی خیالی کا ہدف بناتے ہوئے ویدوں سے متعلق لکھا ہے کہ:

"اس قدر تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ وید ... کے کلام ہی بھی نہیں ہو سکتی ... مزید لکھا کہ ہندوؤں کا پرمیشر آپ ہی لوگوں کو بد فعلی اور پلیدی میں ڈالنا چاہتا ہے:"

تکذیب براہین کے مصنف پر قہر گرا۔

"آریوں کے بعد تمام دنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں:"

سوامی دیانند مرزا صاحب کی دعوت مباہلہ پر گورداسپور آ گئے اور بہت دنوں تک ٹھہرے لیکن مرزا صاحب مقابلہ میں نہ آئے۔ پھر سوامی صاحب امرتسر آ گئے۔ مرزا صاحب کو ان کے دعوتی خطوط کا جواب لکھا کہ خدا کے واسطے آپ ان سے گفتگو فرمائیں لیکن مرزا صاحب کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سوامی دیانند ۱۸۸۳ء کو انتقال کر گئے تو مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں ان کی تاریخ وفات کو مباہلات سے پیشگوئی کے طور پر درج کیا جس سے آریہ سماج کے رہنما بگڑ گئے اور انہیں مرزا صاحب کا تعاقب کرنا پڑ گیا۔

سوامی صاحب کی واحد تصنیف ستیارتھ پرکاش پہلی دفعہ ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ سے پانچ چھ سال پہلے چھپی۔ اس کے ناشر راجہ جے کشن داس بہادر سی ایس آئی (بنارس) تھے۔ تب اس میں صرف بارہ باب تھے لیکن تیرہواں اور چودہواں باب نہ تھا۔ جب مرزا صاحب نے آریہ سماج کے خلاف محمدی زبان دشنام کی اور سوامی دیانند کی موت کو اپنی پیشگوئی کا حاصل قرار دیا تو ستیارتھ پرکاش میں تیرہواں اور چودہواں باب کا اضافہ کیا گیا انکا مصنف کوئی اور تھا۔ اس نے قرآن و اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دشنام و اتہام اور خرافات و بہتان کا انتہائی دل آزار مواد تحریر کیا۔ ممکن تھا آریہ سماجی یا وہ گوئی سے احتراز کرتے لیکن مرزا صاحب اس سارے کئے دھرے کے مسئول تھے انہوں نے آریوں کو اس طرز کلام کا چسکہ دیا اور وہ گالی دینے پر کھل گئے۔ جب مرزا صاحب کو خود علماء نے ٹوکا تو انہوں نے ازالہ اوہام میں لکھا کہ،

"سارا قرآن شریف گالیوں سے بھرا ہے قرآن پاک میں کفار کو شر البریہ قرار دیا اور تمام رذیل و پلید مخلوقات میں بدتر ظاہر کر کے دشنام دہی میں داخل نہیں:؟"

یہ ایک طویل اقتباس کی تلخیص ہے مرزا لکھا ہے کہ قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا مثلاً زمانہ حال کے مہذبوں کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔

سوامی دیانند مر گئے تو مرزا صاحب نے اپنے مخالف پنڈت لیکھرام کو آریہ سماج کا ترجمان پایا اور ان کے مذہبی ... عرض لیکھرام نے مرزا صاحب کو دعوت دی لیکن مرزا صاحب نے ... مرزا صاحب سوامی ... ؟ تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ کوئی غیر مذہب والا ان کے پاس ... سال رہ کر کوئی آسمانی نشان نہ دیکھے اور مسلمان نہ ہو تو اس کو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہرجانہ یا جرمانہ دیں گے۔ لیکھرام نے اعلان کیا کہ مرزا صاحب سال کا کرایہ بنک میں جمع کرا دیں تو وہ سال بھر ان کے پاس رہنے کو تیار ہے۔ مرزا صاحب نے گریز کیا اور کہا کہ یہ ان کے لئے ہے جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور مقتداء ہیں۔ آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں ہیں۔ غرض یہ ایک طویل کہانی ہے۔ الغرض مرزا قادیانی نے پنڈت لیکھرام کو قادیان آنے کی دعوت دی۔ لیکھرام جب قادیان پہنچے تو مرزا صاحب کو گریز کیا اور اقامت کی شرط بھی مرزا صاحب نے ... لیکھرام سے ... اسی طرح فرار کر گئے۔ قادیان کے مرزا ... وہ ہندوؤں نے تعاقب کیا تو مرزا صاحب نے ان سے بھی کنی کترا گئے۔ اگر کوئی چیز مرتب ہو رہا تھا تو وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں تنفر کے مستقل ذہن کا تشکیل ہونا تھا۔ یہی مرزا صاحب کا مقصد تھا اور وہ اسی میں کامیاب ہو رہے تھے۔ ادھر لیکھرام نے ہوشیار پور میں مرزا صاحب کے مکان پر جا کر مناظرہ کیا اس کا دوسرا جلسہ ۱۴ مارچ ۱۸۸۶ء کو شیخ مہر علی رئیس اعظم ہوشیار پور کے مکان پر ہوا لیکن مرزا صاحب کے مناظرے ختم ہو رہے تھے اور حاصل کچھ نہ تھا مرزا صاحب نے اس مناظرہ کی روداد سرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع کی۔ لیکھرام نے اس کا جواب میں نسخہ خبط احمدیہ لکھا۔ مرزا صاحب کی اس تصنیف سے اسلام کے خلاف بیہودہ گوئی کا دروازہ کھل گیا۔ لیکھرام نے مرزا صاحب کو زچ کیا تو مرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء میں پیشین گوئی کی کہ لیکھرام قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام لاہور میں قتل ہو گیا اس سے ہندو مسلم کشیدگی بڑھ گئی۔ مرزا ... کے خلاف ہندوؤں میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ مرزا صاحب نے قسمیں کھا کھا کر بار بار اعلان کیا کہ اس میں ان کا ہاتھ نہیں۔ لیکن مرزا صاحب کی بدولت پنجاب میں ہندو مسلم فساد کی بنیاد پڑی۔ اس سے پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں میں آمنے سامنے کے فسادات کا تصور نہ تھا۔

مرزا صاحب ان فسادات کے دائمی بانی ہو گئے ہندوؤں اور مسلمانوں سے اور مسلمان ہندوؤں سے اس طرح کھنچ گئے کہ ان میں ذہنی اتحاد خواب و خیال ہو گیا کبھی اتحاد ہوا تو عارضی۔ اس کا مستقبل علاج نہ کیا گیا۔ فی الجملہ مرزا صاحب ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑانے میں کامیاب ہو گئے اور اس لڑائی کا تسلسل ہمیشہ کے لئے مستقل ہو گیا۔ مرزا صاحب نے دوسرا کارنامہ یہ انجام دیا کہ آریوں میں حضور کے خلاف بد زبانی کا حوصلہ پیدا کیا۔

مرزا صاحب نے استعمار پرستی کی تبلیغ میں سب سے خطرناک یہ کام کیا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت میں ناقابل عبور خلیج پیدا کی۔ اس وقت جن علماء نے مرزا صاحب کی دینی جرأت کا جواب دیا تھا مرزا صاحب نے ختم نبوت کا انکار کے انہیں بد لفظ گالیاں دیں۔ ان کے لئے سوقی دینی دم بخود رہ گئے۔ ایک صاحب منشی ... نے مرزا صاحب کی تحریروں سے ان گالیوں کو ... کیا مرزا صاحب کی مہذب گالیاں ترتیب کیں تھیں ... تھی کہ جو انہیں نہیں ماننا وہ ... ؟ یہ عورتوں کی اولاد ہے۔ ... ؟ ۱۸۹۹ء اچھا ... ۲ اعادہ کرتے رہے۔ ... ؟ ... مدت پانا وہ حرامزادہ کا نطفہ تھا۔ مرزا صاحب نے عیسائیوں اور آریوں کو تسلسل سے ... کیا۔ اسی طرح مسلمان علماء کو بھی بعض کتابوں اور کئی اشتہاروں میں اس لفظ سے مخاطب کیا۔ اس کا شروع بجنے ربان ... کر دیکھتے رہے۔ ... حرف کا ... تھی۔

مرزا صاحب جب ہوتے تو نبی کی زبان استعمال کرتے جو ذہنی تھے اور انگریزی حکومت نے انہیں ایک مشن سونپ رکھا تھا۔ اس لئے حکومت مرزا صاحب کی اس زبان کا حوصلہ بڑھاتی۔ عیسائیوں اور آریوں کو پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ملا کہ اسلام میں دشنام ہی کی زبان دی رہی ہے۔ اور جو شخص خود کو مجدد کا عمل وارد کرتا ہے اس کی اپنی زبان یہی تعلیم ہے۔ تو جس کا دروازہ کھل جائے گا اس کی زبان کا یہی حال ہوگا یہ گویا مرزا صاحب کی بدولت سیرت رسول پر حملہ آوری کا ایک حربہ تھا۔ دوسرا کارنامہ یہ تھا کہ مرزا صاحب نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ... اور ... کو بحث کیا۔ ... کی سختی کے طور پر ... تھا۔ مرزا صاحب جاپانی ... مسلمانوں ... کا مطلب تھا۔ انگریز نے پنجاب کی حکومت ... حکومت کو ... اور ... بڑی زور کی ... مرزا صاحب کا ... تھا۔

شاہ فیصلؒ

اور اُن کا سانحۂ ارتحال

شاہ فیصل شہید کی پہلی برسی کے موقع پر ایک طالبانہ مضمون

"یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ"

شاہ فیصل شہید کی سنسنی خیز موت اور عظیم شخصیت والا ابو سعود کی [illegible] تاریکیوں میں ڈوب گیا، جس ناگہانی [illegible] زلزلہ سا آگیا، مرنا جینا روزانہ کے کام ہیں لیکن بعض حادثات دل میں کچھ اس طرح نقش ہو جاتے ہیں جو بھلائے نہیں بھولتے۔ سچ فرمایا تھا حضرت سرورِ عالم [illegible] صاحب نے کہ ہر کام کا وقت مقرر ہے وہ اشخاص بھی خوش نصیب ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں کسی کام کی تکمیل ہوتی ہے [illegible] کوئی کام اپنے وقت سے پہلے ہو سکتا ہے نہ اپنے وقت سے ٹل سکتا ہے۔ پھر جن کے ہاتھوں مقدر ہے [illegible] اور [illegible] کے [illegible] سے انحراف نہیں کر سکتا [illegible] کو اس قسم کے واقعات جیسے [illegible] کو پیش آتے ہیں۔ خوش نصیب اور [illegible] ہیں وہ لوگ جن سے حق تعالیٰ کوئی عظیم کام لے لے۔

شاہ فیصل کا شمار عالمِ عرب کے [illegible] سربراہانِ مملکت میں تھا۔ جس خاندان کے [illegible] وہ اپنے نامور بزرگ سلطان عبد العزیز بن سعود [illegible] سے ۱۹۲۶ء میں سرزمین حجاز میں اپنی حکومت قائم کی تھی [illegible] [illegible] فیصل [illegible] حصہ لینے لگے تھے [illegible] ۱۹۳۲ء میں حکومت [illegible] ۱۹۵۳ء [illegible] سعودی [illegible] کے [illegible] وزیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا رہا [illegible] ۱۹۶۴ء میں فیصل نے سعودی وزیر خارجہ کی حیثیت سے اقوامِ متحدہ کے قیام میں نمایاں حصہ لیا [illegible] ۱۹۶۴ء [illegible] [illegible] [illegible] شاہ سعود [illegible] شاہ فیصل کے سر پر [illegible] [illegible] حکومت [illegible] [illegible]

ایک ایسے ملک کی قیادت کر کے جو ہر لحاظ سے خود کفیل ہو، خوشحالی اور فارغ البالی سے رشک گلزار بنا دیا، ساتھ ہی ساتھ وہ نہایت شریف النفس پاک طینت اور ستودہ صفات کے مالک تھے، زندگی سادہ اور درویشانہ تھی علم و فضل کے بڑے قدردان تھے طبیعت میں بڑی سخاوت فیاضی اور خیر و خیرات کا جذبہ موجود تھا، ہر کفِ جام شریعت ہر کفِ سندانِ عشق کا مصداق تھا، لوگ دولت و اقتدار پا کر آپے سے باہر ہو کر اس کے نشے میں چور ہو جاتے ہیں جس کی طرف نبی ﷺ نے جو احادیث قبل از [illegible] فرمایا تھا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ تم مرتد ہو جاؤ گے البتہ اس بات کا خطرہ ضرور ہے کہ دنیا کی دولتوں اور آسائشوں میں پھنس جاؤ گے۔

چنانچہ شاہ فیصل ایک خالص عربی آدمی تھے مطلق العنان بادشاہ ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے ملک میں بہت سی اسلامی اصلاحات کا نفاذ کیا [illegible] نام نہاد [illegible] جہاں تک تعلق ہے [illegible] ان کی زندگی میں [illegible] [illegible] عربوں کا سادہ اور روایتی لباس [illegible] صوم و صلوٰۃ اور دوسرے عبادات و اعمال کی پابندی ایک ایسا امر تھا خصوصاً جو [illegible] [illegible] شناسی کی دلیل ہے [illegible] کی خدمات انجام دیتے رہے [illegible] تعلقات کی گرانی [illegible] [illegible] [illegible] ایک عظیم [illegible] ہے [illegible] [illegible] شاہ فیصل نے عرب [illegible] [illegible] [illegible]

معلوم تھا انہوں نے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہی سعودی حکومت کے اخراجات میں تخفیف کی [illegible] حضرت [illegible] [illegible] کے دور میں منتقل ہو چکے تھے انہوں نے پھر سے قائم کئے۔

شاہ فیصل چونکہ [illegible] [illegible] [illegible] ساری دنیائے اسلام پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت منا رہی تھی خود اپنے بھتیجے کے ہاتھوں تقریباً ہونے پانچ بجے جاں بحق ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شاہ فیصل کی ناگہانی رحلت سے عالمِ اسلام کو ایک بڑا اور زبردست دھچکا لگا جس سے [illegible] کی چولیں ہل گئیں، موت کے کچھ ظاہری اسباب ہوتے ہیں جن سے [illegible] حقیقت ہو جاتی ہے۔

شاہ فیصل کی وفات [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ مرحوم کی رحلت کسی ایک فرد یا خاندان کی نہیں بلکہ ایک عہد کی رحلت ہے جس نے کہ سارے عالمِ اسلام [illegible] اور [illegible] کی ایک [illegible] [illegible] [illegible] نہ صرف سعودی عرب بلکہ تمام مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان ہو گیا ہے اور اس کو اسی حیثیت سے محسوس بھی کیا جا رہا ہے۔ آج ساری دنیا سوگوار ہے جگہ جگہ تعزیتی جلسے منعقد ہو رہے ہیں اور اس کو اس طرح ظاہر کیا جا رہا ہے

لبوں پہ اہلِ محبت کے نام ہے تیرا
دلوں میں اہلِ وفا کے قیام ہے تیرا

قطعاتِ غم

بر شہادت خادم حرمین شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ

[illegible]

شاہ فیصل والیٔ نجد و حجاز | مردِ غازی تھے شہادت پا گئے
چھوڑ کر دنیا ہوئے واصل بحق | آنکھ جھپکی قصرِ جنت پا گئے

وہ شہادت پا کے زندہ ہو گئے | مٹ نہیں سکتا ابد تک ان کا نام
جاودانی عیش حاصل ہو گیا | ہے شہیدوں کے لئے دارالسلام

شاہ فیصل خادم حرمین تھے | ان کے حصہ میں شہادت تھی لکھی
حق تعالیٰ ان سے راضی ہو گئے | ان کی قسمت میں سعادت تھی لکھی

وہ معین و پاسبانِ ملک و دیں | صاحبِ فہم و خرد عالی دماغ
خرمنِ باطل پہ تھے برقِ تپاں | وادیٔ ظلمت میں تھے روشن چراغ

ابرِ رحمت جھوم کر برسا کرے | ہے جہاں پر شاہ فیصل کا مزار
اور ان کے دشمنوں پر اے خدا | رات دن تیرا غضب ہو شعلہ بار

تعمیرِ حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

محمد علی جوہر

"مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ"

محمد خان کوپرگانوی، معہد ملت۔ مالیگاؤں

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالمِ رنگ و بو میں بہت بڑے بڑے رہنما، ریفارمر اور مصلحین پیدا ہوئے جو مختلف مکاتبِ خیال کے نمائندہ تھے، جنہوں نے اپنے ولولہ میں رہ کر قوم و وطن کی بہت ہی اونچی بلندی پر قابلِ قدر اور ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں اور اپنے جذبۂ ایمانی سے قوم کے دلوں پر پڑے ہوئے دبیز پردوں کو چاک کیا، انہیں رہنماؤں میں ہندوستان کے مایۂ ناز فرزند، بھارت کے عظیم سپوت، زبردست قومی رہنما، رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی شخصیت سب سے نمایاں اور منفرد نظر آتی ہے کہ آپ نے کس ڈھنگ سے ملک و ملت کی خدمت کی۔

لیکن افسوس کہ آج کا مطلبی، خود غرض اور مفاد پرست انسان نہ کسی کی قدر و قیمت جانتا ہے اور نہ کسی کے احسانات و اقدامات کو یاد رکھتا ہے۔ اس کی بے وفائی اور احسان فراموشی کا یہ عالم ہے کہ وہ زندہ لوگوں کے احسانات فراموش کر بیٹھتا ہے اور مرنے والوں کے متعلق ایک سرد آہ بھر کر یہ کہتا ہے ؎

اب یادِ رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
یاروں نے کتنی دور بسائی ہیں بستیاں

غیر، دورِ حاضر کا مصلحت کوش اور بزدل ترین انسان خواہ کتنا ہی آپ کی گرانقدر اور بیش بہا خدمات و احسانات کو بھلانے کی کوشش کرے لیکن تاریخ کے زریں اوراق کبھی آپ کی خدمات و احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے بلکہ اس کو یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ ملک میں آزادی کا جذبہ محمد علی نے پیدا کیا اور اپنی شجاعانہ سرگرمی سے قوم کو آزادی کی طرف مائل کیا۔ آپ ہی نے قوم کو آزادی کے لئے ہر تعلق کو نظر انداز کرنے، آزادی کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ، آزادی کے لئے ہر خطرہ کو دعوت دینے کی جرأت، آزادی کے لئے ہر آفت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کا سبق سکھلایا اور آزادی کے لئے کئی بار جیل گئے۔ بہت سی مشکلات اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں لیکن ان مشکلات کے علی الرغم زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہ آیا اور نہ چہرہ پر شکن محسوس کی، وہ اس شعر کی جیتی جاگتی تصویر تھے ؎

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ سیم و زر

وہ بیک وقت ایک اعلیٰ قلم کار، مجاہدِ حریت، دور اندیش سیاست داں، نبض شناس صحافی، شعلہ نوا مقرر، جلیل القدر رہنما، شب زندہ دار عالمِ دین، اور صدرجہ مذہب پرست تھے۔ آخر عمر میں تو مذہب کا اتنا زیادہ غلبہ ہو گیا تھا کہ ہر معاملہ کو مذہب کی عینک سے دیکھتے، مذہب کے خلاف کوئی ادنیٰ چیز سننا پسند نہیں کرتے اور غیر مسلموں کو بھی دین کی دعوت دیتے۔ جواہر لال نہرو فرماتے ہیں:

"جس موضوع پر ہمارے آپس میں اکثر بحث ہوا کرتی تھی وہ خدا تھا، محمد علی کو عجیب و غریب ملکہ حاصل تھا کہ خدا کا ذکر وہ کانگریس کے رزولیوشنوں تک میں لے آتے تھے، کبھی یہ کہ خدا کا شکر ادا کیا جائے کبھی یہ کہ خدا سے دعا کی جائے۔"

اسی لئے آپ کو مبلغِ اسلام بھی کہا جاتا ہے۔ کسی عربی شاعر نے شاید ایسے ہی باکمال شخص کے متعلق کہا ہے ؎

لیس علی اللہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی جامع شخصیت، سچائی کا پتلا، حق گوئی کا مجسمہ، بیباکی اور دلیری کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ آپ خوش گفتار اور قادر الکلام شاعر، بہترین مبلغِ اسلام، بلبلِ جلیل، بلند پایہ خطیب، انگریزی، اردو، فارسی کے ادیب، شعلہ بیان مقرر، حاضر جواب، سخن فہم، نکتہ سنج اور دو چیزوں کے تو بادشاہ تھے، شجاعت اور رقتِ قلب۔ یہ دو چیزیں اس شخص میں جمع ہو سکتی ہیں جو دنیا کے ساتھ ساتھ دین پر بھی گہری بصیرت رکھتا ہو۔ آپ کی بیباکی اور بہادری کا یہ عالم تھا کہ انگریز حکومت سے بلا خوف و خطر مقابلہ کرتے رہے گو قید و بند اور پھانسی کا خوف سامنے ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی رقتِ قلب کا یہ عالم تھا کہ تقریروں میں اکثر رو دیتے اور اگر دین و آخرت کی کوئی بات چلتے آ جاتی تھی تو فوراً ان کی آنکھیں بھر آتی۔ غرضیکہ آپ کی شجاعت و جوانمردی، حق گوئی و بیباکی کا سکہ پوری دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ مولانا کی شجاعت کا اندازہ اس جملہ سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے گول میز کانفرنس لندن میں کہا تھا: "میں یہاں سے آزادی کا پروانہ لے کر جاؤں گا یا اسی ملک میں مر جاؤں گا۔" یہ جملہ ہی نہیں بلکہ الفاظ حقیقت بن کر رہ گئے، پھر دوبارہ آپ غلام ملک میں تشریف نہیں لائے اور وہیں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

محمد علی بحیثیت شاعر: مولانا کو شاعری میں ایک عجیب ملکہ حاصل تھا، آپ کی شاعری کا راز اس وقت کھلا جب کہ آپ قید و بند کی مشکلات برداشت کر رہے تھے، دراصل آپ کی پیدائش اور نشو و نما ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ شاعری کا دور نقطۂ عروج پر تھا، خود آپ کے خاندان میں شعر گوئی کا ذوق تھا، مولانا اپنی شاعری کے متعلق فرماتے ہیں:

"رامپور میں اس زمانہ میں پیدا ہوا تھا جب گھر گھر مشاعرہ ہوتا تھا۔ داغ، امیر، تسلیم، جلال، عروج دہلی اور لکھنؤ کے آسمان کے ٹوٹے ہوئے ستارے سب رامپور کے آسمان سے ضوفشانی کر رہے تھے۔ خود میرے خاندان میں بھی شعر گوئی کا ذوق تھا۔"

بہرکیف مولانا انتہائی بلند پایہ شاعر تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ آسمانِ شاعری پر ماہتاب بن کر چمکے۔

محمد علی بحیثیت خادمِ قوم: مولانا جہاں بہت سی خوبیوں کے مالک تھے وہیں قوم کی خدمت آپ کی زندگی کا جزو لاینفک تھا، آپ کے دل میں قوم کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، قوم کی خدمت اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اپنا شیوہ بنا لیا تھا، اپنی پوری زندگی خلقِ خدا کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کی ہی آپ نے خدمت کی، اور جب بھی ایسا وقت آیا تو پھر نہ بیماری کا خیال کیا، نہ اپنے ذاتی مفادات کا، اگر کسی سے ذاتی عناد وابستہ ہوتا اس کو بالائے طاق رکھ دیتے، دوستوں سے دشمنی مول لیتے لیکن قوم کی خدمت سے گریز نہیں کرتے۔ ذیل میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے آپ کی خدمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"[illegible] کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم ہوا ہے، مسلمان فریاد کرنے دہلی آتے ہیں پریشان حال، یہ حالات، مولانا محمد علی ابھی بیماری [illegible] بھاگلپور سے [illegible] تعلقات کو نظر انداز کر کے ہر خطرہ سے بے پرواہ ہو کر ان مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہو جاتے ہیں، دوڑتے جاتے ہیں اپنا سکھ اور اپنا آرام قربان کر کے ان مسلمانوں کا ساتھ دیتے ہیں، جہاں [illegible] کے مقرر کئے ہوئے لوگ مولانا کی توہین کرتے ہیں حتیٰ کہ جان کی دھمکی دیتے ہیں، لیکن محمد علی کو حقیقتاً اضطراب اور واقعی بے چینی ہے۔"

(علی برادران)

آپ کی پوری زندگی خدمتِ خلق کا مرقع تھی، نازک ترین وقت میں بھی قوم کی دادرسی کرنا، ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا آپ کی زندگی کا درخشاں پہلو تھا، کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ خلقِ خدا کی خدمت ہی دراصل زندگی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

زندگی بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

محمد علی جوہر بسترِ مرگ پر: مولانا آخر میں بہت سخت علیل تھے، بصارت کمزور ہو چکی تھی، قویٰ مضمحل و کمزور ہو چکے تھے، قوتِ گویائی جواب دے چکی تھی، ڈاکٹروں نے تحریر و تقریر سے قطعاً منع کر دیا تھا، پھر کیا تھا ہر طرف سے طعن و تشنیع کی بوچھار ہونے لگی اور تمام لوگ مخالف ہو گئے باستثنا "زمیندار" لیکن ایسے دشوار گزار وقت میں بھی وہ کوہِ استقامت بنے رہے، مگر کہتے ہیں کہ حقیقت چھپ نہیں جاتی، چنانچہ وہی "زمیندار" جو مخالفت میں سب سے پیش پیش تھا، آپ کے انتقال کے بعد بہت ہی رنجیدہ ہوا، آپ کی قابلیت کا اعتراف کیا، "وہ باتیں کرتا تو معلوم ہوتا جیسے شیر [illegible] رہا ہو، آپ تقریر کے لئے کھڑا ہوتا تو سامعین یہ سمجھتے کہ آسمان کے گوشوں میں بادل گرج رہا ہے، منبر پر کھڑا ہوتا تو [illegible] زندہ شعور، میدان میں ہوتا تو محمد بن قاسم کا ثانی [illegible] اسلامیانِ ہند کا [illegible] و مقدم [illegible] مسلمان [illegible] معلوم ہوتا کہ اس کے [illegible] میدان تقریر میں [illegible] ہوتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ [illegible] گردشِ افلاک کو موڑ دیتا کہ [illegible] مختصر یہ کہ وہ ایک ہی وقت میں بلند پایہ [illegible] ادیب، شعلہ بیان خطیب [illegible] اعلیٰ [illegible] جلیل القدر رہنما اور بہترین سیاست داں تھے۔"

مرحوم کو وہ یک وقت [illegible] اور [illegible] کے [illegible] تھے ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

قارئین تعمیر حیات سے

(۱) جن حضرات کا زر سالانہ ختم ہو گیا ہے براہ کرم وہ چندہ کی رقم بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔

(۲) گذشتہ خسارہ کی وجہ سے بہ قیمت اضافہ کی پرچہ جاری رکھنا دشوار ہو گیا ہے۔ ہمدردان تعمیر حیات سے گذارش ہے کہ وہ بھی زر تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ کر کے ادارہ کی اعانت فرمائیں۔

(۳) ... خاص اضافہ ہو گیا ہے ...

(منیجر)

بہترین تحفہ

... سیرۃ النبی ... مکمل از سید سلیمان ندوی — 155/-

دیوان حافظ مترجم اردو ... مکمل مجلد — 22/-

مثنوی شریف مولانا روم مترجم اردو ... مجلد دفتر اول — 25/-

دفتر دوم — 25/-

... کیا جائے گا۔

ملنے کا پتہ۔ مونس بکڈپو ...

ورلڈ قرآن سوسائٹی

۱۸، گلی کبابیان، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

کاتب کی ضرورت

ایک ایسے کاتب کی ضرورت ہے جس کا اردو اور عربی خط اچھا ہو اور دو ماہ تک اپنے کرایہ پر لکھنؤ میں رہ کر کام کر سکے ... معاملہ طے کریں ... خط و کتابت فرمائیں۔

منیجر ... ، ... روڈ، لکھنؤ

انگوری
جنرل ٹانک

معدہ، جگر، اعصاب اور گردوں کو طاقت دیتی ہے۔
بیماری کے بعد کی کمزوری کو جلد دور کرتی ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

دور حاضر کی بہترین گھریلو دوا
نورانی تیل

ہر قسم کے جسم کے درد ... زخم ... جلے کٹے کی بہترین دوا

تعمیر حیات
پچاس ہزار ہاتھوں تک پہونچتا ہے۔
"تعمیر حیات" میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو
فروغ دیجئے۔

رانا ٹرانسپورٹ کمپنی
۲۱، زکریا اسٹریٹ کلکتہ ۱

اترپردیش، مدھیہ پردیش، دہلی، پنجاب

آل انڈیا فل ٹرک

Regd. No. LW/NP 56 Phone: 22940 / 29747

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

Nadwatul-ulama Lucknow-226007 (India)

A few English works of Maulana Abul Hasan Ali Nadwi.

Islam and the World : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 210, price Rs. 18/-*

"ISLAM AND THE WORLD belongs to the small class of thoughtful and thought provoking books which inquires into the factors responsible for the rise and decline of Muslims, studies the impact of Islam on the world and intelligently discusses the role of Islam in the world of today and tomorrow. Maulana Nadwi's book provides a rational and historical refutation of the charge often made from several quarters that it is Islam which is responsible for the present backwardness of the Muslims."

ISLAMIC REVIEW
London, November-December, 1961

Western Civilization—Islam and Muslims : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 199, price Rs. 22/- :*

"This book is a whiff of fresh air in the midst of communal madness all round .... It will be serving a great purpose if it can make the Muslim countries, especially the Indian Muslims to some furious thinking in order to extricate themselves from the malaise in which they have been pushed by their static policies and programmes."

THE HINDUSTAN TIMES
Delhi, December 21, 1969

Muslims in India : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 158, price Rs. 7.00 :*

"After Hunter's MUSALMANS OF INDIA this book may be said to be most useful publication on the subject......

The author "gives a detailed exposition of the achievements of the Muslim scholars in our country and their contribution to the freedom struggle. He demonstrates clearly that in contributing to the classical literature of Arabic and Persian, the Indian Muslims have to their credit a unique achievement, unique in the annals of world literature. By emphasising this aspect the Maulana has given a fitting answer to those historians who consider the period of Islamic domination as a dark age in the history of this sub-continent."

THE STATESMAN
Delhi, December 22, 1963

Religion and Civilization : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. [illegible] :*

"This brief but incisive work comprises the lectures delivered some years ago at the Jamia Millia, Delhi, and deals with the essential questions of eschatology, cosmology and the resultant socio-ethical order. Like Sorokin, he classifies cultures into sensate and ideational but unlike him develops his own formulation of the revelatory culture, articulated par excellence, in the Islamic faith and culture...... One gets from this book a broad and overall view of the socio ethical order based on revealed guidance."

IMPACT INTERNATIONAL
London, May 16, 1971

Saviours of Islamic Spirit : *Vol. I by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 431, price Rs. 28/- : Vol. II, Price Rs. 35.*

"Syed Abul Hasan Ali Nadwi has rendered a great service not only to Muslim readers but also to the non-Muslims by placing before them the saintly and devout lives of some of the most eminent men not only of Islam but of the world....... One wishes more books like this will come out so as to bring out those aspects of Islam which are not as well known as they ought to be."

NATIONAL HERALD
Lucknow and Delhi, 9th July 1972

The Four Pillars of Islam : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 290, price Rs. 22/- :*

"The book deals with the four fundamental duties, *Salat*, *Saum*, *Zakat* and *Haj* and, along with these, their logical advantages and significance and similarities and differences with the modes of worship in other religious communities. It has, thus, at once become a treatise on jurisprudence, scholastic theology and religious teachings and principles."

SIDQ-I-JADID
July 26, 1968

The Mussalman : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 10/- :*

"Designed to present a true picture of the Indian Muslims before the non-Muslims, the book succeeds in portraying their social customs and manners, religious observances and feasts and festivals without either magnifying or concealing any facet of their life. A book which ought to be translated in every Indian language."

SIDQ-I-JADID
Lucknow, July 21, 1972

Faith versus Materialism : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 114, price Rs. 10/-.*

"This is a commentary of *Surah Kahf* (The Cave) which occupies a unique place in the Quran ...... In delineating the hidden traits and characteristics of Dajjal the author has brought to light the trickery and swaggering deception of the present-day God-less materialistic civilization. Through his lucid exposition of the message contained in this chapter of the Quran, the author has shown how its teachings can be efficacious in achieving deliverance from these evils.

ISLAM AUR ASR JADID
Delhi, July, 1972

Qadianism : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Zafar Ishaq Ansari, M. A., pp. 152, price Rs. 13/- :*

"A critical study of the Qadiani Movement in the light of historical research. The book has gone a long way in correcting many misconceptions and errors lending force to the Movement."

New Menace and its Answer : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, pp. 24, price Re. 1.50.*

Glory of Iqbal : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 228, price Rs. 14/-*

Nadwa Book Depot P.B. 93 Lucknow-7